اکائی -4 قصر، وصل، فصل

اکائی کے اجزاء

4.1 مقصد
4.2 تمہید
4.3 قصر
4.3.1 لغوی معنی
4.3.2 اصطلاحی معنی
معلومات کی جانچ
4.4 قصر کی اقسام
4.4.1 قصر حقیقی
4.4.2 قصر اضافی
معلومات کی جانچ
4.5 قصر حقیقی کی اقسام
4.5.1 قصر موصوف بر صفت حقیقی
4.5.2 قصر صفت بر موصوف حقیقی
معلومات کی جانچ
4.6 قصر اضافی کی اقسام
4.6.1 قصر موصوف بر صفت اضافی
4.6.2 قصر صفت بر موصوف اضافی
معلومات کی جانچ
4.7 مخاطب کے اعتبار سے قصر اضافی کی تقسیم
4.7.1 قصر افراد
4.72 قصر قلب
4.7.3 قصر تعیین
معلومات کی جانچ

4.8 قصر کے طریقے
4.8.1 قصر کے مختلف طریقے
4.8.2 نفی واستثناء
4.8.3 إنما (بلاشبہ)
4.8.4 عطف
4.8.5 مؤخر کو مقدم کرنا
معلومات کی جانچ
4.9 وصل وفصل
معلومات کی جانچ
4.10 عطف، معطوف اور معطوف علیہ
4.10.1 عطف، معطوف اور معطوف علیہ
4.10.2 معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مناسبتیں
معلومات کی جانچ
4.11 مواقع وصل
4.11.1 علمائے بلاغت کا بیان
4.11.2 اول
4.11.3 دوم
4.11.4 سوم
معلومات کی جانچ
4.12 مواقع فصل
4.12.1 علمائے بلاغت کا بیان
4.12.2 اول
4.12.3 دوم
4.12.4 سوم
4.12.5 چہارم
4.12.6 پنجم

معلومات کی جانچ
4.13 خلاصہ
4.14 نمونہ کے امتحانی سوالات
4.15 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

4.1 مقصد

اس اکائی کے پڑھنے کے بعد آپ کو معلوم ہوگا کہ قصر کے لغوی واصطلاحی معنی کیا ہیں، قصر کی کتنی قسمیں ہیں، قصر کے طریقے کیا ہیں، مزید برآں آپ وصل کی تعریف، اس کے مواقع اور فصل کی تعریف اور اس کے مواقع سے واقفیت حاصل کرسکیں گے، اور اسطرح علم المعانی میں قصر اور وصل وفصل کی اہمیت سے بھی روشناس ہوں گے، اور ان سے واقفیت کی بنا پر کلام عرب کو سمجھنے اور اس کا ادبی معیار متعین کرنے میں سہولت ہوگی، اور بلاغت کی رعایت کے ساتھ عربی زبان لکھنے کی صلاحیت پیدا ہوسکے گی۔

4.2 تمہید

اس اکائی میں یہ بتایا جائے گا کہ علم المعانی میں قصر کسے کہتے ہیں، مختلف اعتبارات سے اس کی کتنی قسمیں ہوتی ہیں، قصر کے مختلف طریقے کیا ہیں، اور ان سے کلام کے مفہوم میں کیا تغیر واقع ہوتا ہے، نیز وصل وفصل کسے کہتے ہیں اور ان کے کیا مواقع ہیں، آپ ان کا مطالعہ کریں گے اور اسی ضمن میں معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مناسبتوں کا بھی مطالعہ کریں گے۔

4.3 قصر

4.3.1 لغوی معنی

قصر کا لغوی معنی روکنا اور منحصر کرنا ہے، کہتے ہیں: "قصر الشيء على الأمر" (کسی شے کو کسی معاملہ پر منحصر کرنا) یا "قصر الشيء على كذا" (کسی شے کو کسی چیز تک محدود کرنا)، کہا جاتا ہے:" قصرَ غلّةَ أرض كذا على عياله" (اس نے فلاں زمین کا غلہ اپنے اہل وعیال کے لیے مخصوص کردیا)، اسی طرح کہتے ہیں:"قصر الشيء على نفسه" (اس نے کسی چیز کو اپنے تک محدود کرلیا، یا اپنے لیے خاص کرلیا یا اپنے لیے محدود کرلیا)۔

4.3.2 اصطلاحی معنی

اہل بلاغت کہتے ہیں:"القصر تخصيص أمر بآخر بطريق مخصوص، لكل قصر طرفان: مقصورٌ ومقصورٌ عليه." یعنی اصطلاح میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مخصوص طور پر خاص کردینے کو "قصر" کہتے ہیں، لہذا جس کو خاص کیا

جائے اسے ''مقصور'' اور جس کے ساتھ خاص کیا جائے اسے ''مقصور علیہ'' کہتے ہیں، اور یہ دونوں قصر کے ارکان، اجزاء یا اطراف کہلاتے ہیں۔

معلومات کی جانچ

1- قصر کا لغوی معنی کیا ہے؟

2- قصر کا اصطلاحی معنی کیا ہے؟

3- مقصور اور مقصور علیہ کسے کہتے ہیں؟

4.4 قصر کی اقسام

بلاغت کے ماہرین لکھتے ہیں: "**ینقسم القصر باعتبار الحقیقة والواقع قسمین:**

یعنی قصر کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں:

(1) قصر حقیقی۔

(2) قصر اضافی۔

4.4.1 قصر حقیقی

قصر حقیقی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: "**حقیقي وھو أن یختص المقصور بالمقصور علیه بحسب الحقیقة والواقع بأن لا یتعدّاہ إلی غیرہ أصلاً**" (ایک چیز یعنی مقصور کو دوسری چیز یعنی مقصور علیہ کے ساتھ حقیقت کے اعتبار سے واقعۃً اس طرح خاص کر دینا کہ معلوم ہو کہ پہلی چیز اسی دوسری چیز میں منحصر ہے، کسی اور میں نہیں پائی جا سکتی یا نہیں پائی جاتی) جیسے: "**انما الرازق الله**" (بلا شبہ اللہ ہی رزق دینے والا ہے)، یہاں ''رزق دینے'' کو حقیقت کے اعتبار سے اللہ ہی کے ساتھ خاص کر دیا گیا، کہ اس کے سوا کوئی اور رزق دینے والا نہیں۔

اور جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿**لله ما في السمٰوات وما في الأرض**﴾ (یونس: ۵۵) (جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے)۔ زمین و آسمان کی تمام چیزوں کی ملکیت حقیقت کے اعتبار سے اللہ ہی کے لیے خاص کی گئی کہ حقیقت میں اس کے سوا کوئی اور مالک نہیں۔

یا جیسے یہ مثال: "**لا یُروِي مصرَ من الأنھار إلا النیلُ**" (مصر کو صرف دریائے نیل ہی سیراب کرتی ہے)۔

4.4.2 قصر اضافی

قصر اضافی کی تعریف اس طرح کی گئی ہے: "**إضافي وھو ما کان الاختصاص فیه بحسب الإضافة إلی شيء معین**" (ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی متعین شے کی نسبت سے خاص کرنا) یعنی بالکل حقیقت کے اعتبار سے ہر شے کی نسبت سے خاص نہ کرنا؛ جیسے: "**لا جواد إلا عليٌّ**" (سخی تو علی ہے) اس جملہ سے متکلم کی مراد یہ ہے کہ فلاں متعین شخص مثلاً ساجد کے مقابلہ میں علی زیادہ سخی

ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ سخاوت کسی اور فرد بشر میں ہے ہی نہیں، یا ''إنـما حسنٌ شجاعٌ'' (بلا شبہ حسن تو بہادر ہے) مطلب یہ ہے کہ حسن بزدل نہیں، یہ مطلب نہیں کہ بہادری کے علاوہ اس میں کوئی اور صفت ہی نہیں، چنانچہ یہاں ایک خاص صفت یعنی بزدلی کے اعتبار سے قصر ہے، تمام صفات کے اعتبار سے قصر نہیں؛ کیوں کہ وہ بہادر کے علاوہ نیک، بد، عالم، جاہل، امیر اور غریب وغیرہ بھی ہوسکتا ہے۔ اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿إن أنتم إلا تكذبون﴾ (یٰس: 15) (تم محض جھوٹ بولتے ہو)۔

یہاں ایک خاص صفت: یعنی ''صدق'' کے اعتبار سے قصر کیا گیا ہے، تمام صفات کے اعتبار سے نہیں۔

معلومات کی جانچ

1- قصر حقیقی کسے کہتے ہیں؟

2- قصر اضافی کسے کہتے ہیں؟

4.5 قصر حقیقی کی اقسام

علمائے بلاغت لکھتے ہیں: ''ينقسم القصر باعتبار طرفيه قسمين:

(أ) قصر موصوف على صفة.

(ب) قصر صفة على موصوف.''

یعنی قصر حقیقی واضافی میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

(1) قصر موصوف بر صفت۔

(2) قصر صفت بر موصوف۔

4.5.1 قصر موصوف بر صفت حقیقی

اس کا مطلب یہ ہے کہ بہ اعتبار حقیقت موصوف اسی صفت کے ساتھ خاص ہے: یعنی حقیقت کے اعتبار سے اس میں اس صفت کے علاوہ کوئی اور صفت نہ پائی جائے، البتہ وہ صفت کسی اور موصوف میں پائی جاسکتی ہو، جیسے: ''إنما بكرٌ فاضلٌ'' ''بکر تو صرف فاضل ہی ہے''۔ یہاں ''بکر'' (موصوف) کا قصر ''فاضل'' (صفت) پر کیا گیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ فاضل ہونے کے علاوہ بہ اعتبار حقیقت اس میں کوئی اور صفت نہیں؛ یا یہ مثال کہ: ''إنـما الحياة تعبٌ'' (زندگی ایک تھکن کا نام ہے) مگر یہ مثال محض فرضی ہے، اس لیے کہ ایسی کوئی مثال ملنا مشکل ہے جس میں موصوف بہ اعتبار حقیقت صرف ایک ہی صفت کے ساتھ متصف ہو، اس میں کوئی دوسری صفت نہ پائی جاتی ہو، لیکن جو صفت کسی چیز میں غالب ہوجاتی ہے اسے اسی طرح بیان کرتے ہیں۔

4.5.2 قصر صفت بر موصوف حقیقی

اس کا مطلب یہ ہے کہ بہ اعتبار حقیقت وہ صفت اسی موصوف کے ساتھ خاص ہے، یعنی حقیقت کے اعتبار سے وہ صفت اس موصوف کے علاوہ کسی اور موصوف میں نہ پائی جائے، البتہ اس موصوف میں اس صفت کے علاوہ اور صفات بھی پائی جاسکتی ہوں، جیسے: ''لا يـفـوز إلا

الـمُـجِـدُّ‘‘ (محنت کرنے والا ہی کامیاب ہوتا ہے) یا جیسے ’’عالم الغیب تو بس اللہ ہی ہے‘‘۔ یہاں بہ اعتبار حقیقت ’’عالم الغیب‘‘ (صفت) کا قصر ’’اللہ‘‘ (موصوف) پر کیا گیا ہے: یعنی اللہ کے سوا کوئی اور ’’عالم الغیب‘‘ (صفت) کے ساتھ موصوف نہیں، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿إنـمـا یـعـمـر مسـاجـد الـلّٰـه من اٰمن باللّٰه والیوم الآخر وأقام الصلوٰة واٰتی الزکوٰةو لم یخش إلا اللّٰه﴾ (التوبة: 18) (خدا کی مسجدوں کو تو وہ لوگ آباد کرتے ہیں جو خدا پر اور روز قیامت پر ایمان لاتے اور نماز پڑھتے اور زکاۃ دیتے اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے ہیں)۔

یہاں بہ اعتبار حقیقت مساجد کے آباد کرنے کو مذکورہ اوصاف کے ساتھ متصف لوگوں پر منحصر کیا گیا ہے، یعنی خدا کی مساجد درحقیقت ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں، کسی اور سے نہیں۔

معلومات کی جانچ

1- قصر موصوف بر صفت حقیقی کسے کہتے ہیں؟

2- قصر صفت بر موصوف حقیقی کسے کہتے ہیں؟

4.6 قصر اضافی کی اقسام

4.6.1 قصر موصوف بر صفت اضافی

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی موصوف کو ایک صفت کے ساتھ، بہ نسبت دوسری صفت کے خاص کر دیا جائے، خواہ اس موصوف میں اس دوسری صفت کے علاوہ اور صفات پائی جائیں یا نہ پائی جائیں؛ جیسے ’’دانش تو بس حافظ ہے‘‘ یعنی مخاطب ’’دانش‘‘ کو حافظ اور قاری دونوں خیال کر رہا تھا، حالاں کہ وہ صرف حافظ ہی ہے، قاری نہیں؛ خواہ اس میں حافظ کے علاوہ اور بہت سی صفات پائی جاتی ہوں؛ مگر ان سے کوئی سروکار نہیں، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿وما محمد إلا رسول قد خلت من قبله الرسل﴾ (آل عمران: 144) (اور محمد ﷺ تو صرف خدا کے پیغمبر ہیں، ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گذرے ہیں)۔

یہاں محمد ﷺ کا قصر ’’رسالت‘‘ کی صفت پر کیا گیا ہے یعنی عام لوگوں کا یہ خیال کہ محمد ﷺ ہمیشہ رہنے والے ہیں، انہیں موت نہیں آسکتی، یا وہ قتل نہیں ہو سکتے، غلط ہے؛ کیوں کہ وہ تو گذشتہ رسولوں کی طرح بس ایک رسول ہیں، ان سب سے افضل اور برتر ہیں لیکن خدا نہیں، اس لیے زندگی اور موت کے مراحل ان کے ساتھ بھی ہیں۔

4.6.1 قصر صفت بر موصوف اضافی

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی صفت کو ایک موصوف کے ساتھ، بہ نسبت دوسرے موصوف کے خاص کر دیا جائے؛ خواہ اس دوسرے موصوف کے علاوہ دیگر موصوف میں وہ صفت پائی جائے یا نہ پائی جائے؛ جیسے ’’محنتی تو احمد ہی ہے‘‘ یعنی مخاطب احمد کے علاوہ خالد کو بھی محنتی خیال کر رہا تھا، حالاں کہ خالد محنتی نہیں؛ تو خالد کی بہ نسبت احمد کے ساتھ محنتی ہونے کو خاص کر دیا گیا کہ وہی محنتی ہے، خالد نہیں؛ خواہ خالد کے علاوہ اور بہت سے بچے بھی محنتی ہوں؛ مگر ان سے کوئی بحث نہیں، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿إنـمـا یـخـشـی الـلـه من عبـاده

العلماء﴾(فاطر:28) (خدا سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں)۔

یہاں اللہ سے ڈرنے کو جہلاء کی بہ نسبت علما کے ساتھ خاص کیا گیا ہے: یعنی اللہ سے وہی ڈرتے ہیں جو علم وعقل والے ہیں، جہل وحماقت والے تو بے خوف ہوتے ہیں۔

معلومات کی جانچ

1- قصر موصوف بر صفت اضافی کسے کہتے ہیں؟

2- قصر صفت بر موصوف اضافی کسے کہتے ہیں؟

4.7 مخاطب کی حالت کے اعتبار سے قصر اضافی کی اقسام

مخاطب کی حالت کے اعتبار سے قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں:

(1) قصر افراد۔

(2) قصر قلب۔

(3) قصر تعیین۔

4.7.1 قصر افراد

قصر افراد: یعنی مخاطب دو صفت کو ایک موصوف میں، یا دو موصوف کو ایک صفت میں شریک سمجھتا ہے، اور متکلم اس کی شرکت کے خیال کو رد کرتے ہوئے کسی ایک کے ساتھ قصر کر دے، جیسے: تثلیث کے عقیدہ رکھنے والوں پر رد کرتے ہوئے کہا جائے گا: ''اللہ ایک ہے''، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿إنما الله إله واحد﴾(النساء: 171) (خدا ہی معبود واحد ہے)۔

4.7.2 قصر قلب

قصر قلب: یعنی مخاطب، متکلم کے خیال کے برعکس گمان رکھتا ہو، تو متکلم اس کے گمان کو بدل کر قصر کر دے؛ جیسے ''حسن ہی سفر پر گیا'' اس مخاطب سے کہا جائے گا، جو یہ سمجھ رہا تھا کہ ندیم سفر پر گیا ہے، حسن نہیں، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿قالوا ما أنتم إلا بشر مثلنا﴾(یٰس: 15) (وہ بولے کہ تم اور کچھ نہیں، مگر ہماری ہی طرح کے آدمی ہو)۔

اہل انطاکیہ کی طرف جو رسول بھیجے گئے تھے، انہوں نے اپنی رسالت کا دعویٰ کیا، تو جھٹلانے والوں نے ان کے دعوی کی تردید کرتے ہوئے صفت رسالت کا انکار کیا اور انہیں اپنی طرح بشر ہونے کے ساتھ خاص کر دیا، تو چوں کہ یہاں صفت رسالت کو بدل کر صفت بشریت ثابت کرتے ہوئے قصر کیا گیا ہے، اس لیے یہ قصر قلب ہے۔

4.7.3 قصر تعیین

قصر تعیین: یعنی مخاطب کو حکم میں تردد اور شک ہو، تو متکلم اسے متعین کر کے قصر کر دے؛ جیسے ''بلا شبہ زمین حرکت کرتی ہے'' اس شخص سے کہا جائے گا جسے تردد اور شک ہو کہ زمین حرکت کرتی ہے یا ٹھہری ہے؟، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿قالوا إنما نحن

مصلحون﴾(البقرة:11) (کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں)۔

یعنی منافقین کہتے تھے کہ ہمارے بارے میں شک مت کرو،ہم فسادی نہیں؛بل کہ مصلح ہیں،اور ہمارا مصلح ہونا بالکل ظاہر ہے،اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں؛تو چوں کہ یہاں شک وتردد کو دور کرتے ہوئے مصلح ہونے کی تعیین کر کے قصر کیا گیا ہے،لہذا یہ قصر تعیین ہے۔

معلومات کی جانچ

1- قصر افراد کسے کہتے ہیں؟

2- قصر قلب کسے کہتے ہیں؟

3 - قصر تعیین کسے کہتے ہیں؟

4.7 قصر کے طریقے

4.7.1 قصر کے مختلف طریقے

علمائے بلاغت لکھتے ہیں:"طرق القصر المشهورة أربع:

(أ) النفي والاستثناء، وهنا يكون المقصور عليه ما بعد أداة الاستثناء.

(ب) إنما، ويكون المقصور عليه مؤخراً وُجوباً.

(ج) العطف بلا، أو بل أو لكن، فإن كان العطف بلا كان المقصور عليه مقابِلاً لما بعدها، وإن كان العطف بِبَل أو لكن كان المقصور عليه ما بعدهما.

(د) تقديم ما حقه التأخير. وهنا يكون المقصور عليه هو المقدَّم.

یعنی زبان وادب میں قصر کے بہت سے طریقے رائج ہیں،جن میں چار طریقوں کا استعمال بیشتر ہوتا ہے۔

4.7.2 نفی اور استثناء

یعنی پہلے عام نفی کی جائے پھر کسی کا استثناء کرلیا جائے،اور یہاں مقصور علیہ اداۃ استثناء کے بعد آئے گا،جیسے "لا إله إلا الله" (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے)،اور جیسے قرآن کریم میں ہے:﴿وما نتنزل إلا بأمر ربك﴾(مريم: 64) (اور ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اترنہیں سکتے)۔

4.7.3 لفظ"إنما"

لفظ"إنما"(بلاشبہ) کا لانا،یہاں مقصور علیہ کو مؤخر کرنا یعنی بعد میں لانا واجب ہے،جیسے:" إنما عليك البلاغ"(تمہارا کام صرف پہنچانا ہے) یا جیسے:"بلاشبہ میری سعی کامیاب ہوئی"،اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿قل إنما أنا بشر مثلكم يوحىٰ إليّ أنما إلٰهكم إله واحد﴾(الكهف: 109) (کہہ دو کہ بلاشبہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں،البتہ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے)۔

4.7.4 عطف

"لا"،"یا"بل"،یا "لکن" کے ذریعہ عطف کرنا، جیسے:"الأرض متحرکة لا ثابتة" (زمین متحرک ہے ثابت نہیں)اور"ما الأرض ثابتة بل متحرکة" (زمین ثابت نہیں بلکہ متحرک ہے) یا "ما الأرض ثابتة لکن متحرکة" (زمین ثابت نہیں لیکن متحرک ہے) یا جیسے"زید کھڑا نہیں ہے، بلکہ بیٹھا ہے"۔

4.7.5 مؤخر کو مقدم کرنا

مؤخر کو مقدم کرنا، یہاں مقصور علیہ مقدم کیا جائے گا، جیسے:"تجھی کو ہم پوجتے ہیں" یہاں "تجھی" مفعول ہے، جسے مؤخر ہونا چاہئے تھا؛مگر قصر کے لیے مقدم کردیا گیا، یا جیسے: "علی الرجال العاملین نُثني" (کام کرنے والوں کو ہم سراہتے ہیں)،اور جیسے قرآن مجید میں ہے: ﴿وما ظلمونا ولکن کانوا أنفسهم یظلمون﴾(البقرة: 57)(اور وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے، بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے)۔

آیت کریمہ میں "ولکن" کے ذریعہ عطف کرنے سے، نیز"أنفسهم" مفعول کو "یظلمون"فعل پر مقدم کرنے سے حصر کا مفہوم نکلتا ہے۔

معلومات کی جانچ

1- قصر کے کتنے طریقے ہیں؟

2- نفی واستثناء کسے کہتے ہیں؟

3- عطف اور مؤخر کو مقدم کرنے کا کیا مطلب ہے؟

4.9 وصل و فصل

علمائے بلاغت لکھتے ہیں:"الوصل عطف جملة علی أخری بالواو، والفصل ترک هذا العطف، ولکل من الفصل والوصل مواضع خاصّة" یعنی ایک مفرد، یا ایک جملہ کو دوسرے مفرد، یا دوسرے جملہ پر عطف کرنے کو"وصل"اور عطف نہ کرنے کو"فصل" کہتے ہیں،اور فصل و وصل میں سے ہر ایک کا استعمال مخصوص مواقع پر ہوتا ہے۔

قرآن مجید میں ہے: ﴿یا أیها الذین اٰمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین﴾(التوبة: 119)(اے اہل ایمان! خدا سے ڈرتے رہو،اور راست بازوں کے ساتھ رہو)۔

آیت کریمہ میں "وکونوا مع الصادقین"کا عطف ماقبل پر کیا گیا ہے،لہذا یہ"وصل" ہے۔اور جیسے ﴿ولا تستوي الحسنة ولا السیئة،ادفع بالتي هي أحسن﴾(حٰم السجدة: 34)(اور بھلائی اور برائی برابر نہیں ہوسکتی،تو سخت کلامی کا ایسے طریقہ سے جواب دو جو بہت اچھا ہو)۔

یہاں ''ادفع بالتي هي أحسن'' کا عطف ماقبل پرنہیں کیا گیا،لہذا یہ ''فصل'' ہے۔

معلومات کی جانچ

1- وصل کا مفہوم لکھئے۔

2- فصل کا مفہوم لکھئے؟

4.10 عطف،معطوف اور معطوف علیہ

4.10.1 عطف،معطوف اور معطوف علیہ

عطف کے لیے مختلف کلمات کا استعمال ہوتا ہے،کبھی ''و'' (اور) کے ذریعہ عطف کیا جاتا ہے؛اور کبھی ''ثـــــم'' (پھر)اور ''ف'' (پس یا تو) وغیرہ الفاظ کے ذریعہ؛مگر چونکہ ''و'' صرف شرکت کا معنی دینے کے واسطے آتا ہے،اس لیے اس کے ذریعہ عطف کرنے کی شرط یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ کے درمیان کسی طرح کا تعلق اور مناسبت ضرور ہو،اور چونکہ ''ثـم'' اور ''ف''وغیرہ کے الفاظ شرکت کے علاوہ ترتیب،تعقیب،تاخیر وغیرہ دوسرے معنی کا بھی فائدہ دیتے ہیں،اس لیے ان کے ذریعہ عطف کے لیے معطوف و معطوف علیہ کے درمیان کسی مناسبت کی شرط ضروری نہیں۔

معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مناسبت مسند الیہ اور مسند کے اعتبار سے ہوتی ہے،کہ دونوں جملوں کا مسند الیہ اسی طرح مسند باہم مناسب ہوں،جیسے ''احمد لکھتا ہے اور پڑھتا ہے'' ظاہر ہے کہ دونوں جملوں کا مسند الیہ ایک ہے،اور مسند (لکھتا ہے،پڑھتا ہے) اگر چہ مختلف ہے،مگر لکھنے اور پڑھنے میں مناسبت واضح ہے۔اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿والـلـه يـحـيي ويميت﴾(آل عمران: 15)(اور اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے)۔

یہاں ''يـميت'' کا عطف ''يـحيي'' پر کیا گیا ہے،کیوں کہ دونوں کا مسند الیہ ''اللہ'' ہے،اور ''يـحـيي ويميت'' (مسند) اگر چہ مختلف ہیں؛مگر زندہ کرنے اور مارنے میں مناسبت ظاہر ہے۔

اور اگر مسند الیہ ایک نہ ہو تب بھی مناسبت ضروری ہے،مثلاً: دونوں میں قرابت داری،یا دوستی،یا دشمنی کا تعلق ہو،جیسے ''حسن شاعر ہے اور انس مضمون نگار ہے'' یہاں دونوں جملوں کا مسند الیہ (حسن،انس) الگ ہے،مگر دونوں میں قرابت داری،یا دوستی کے تعلق سے مناسبت واضح ہے،اسی طرح مسند (شاعر،مضمون نگار) بھی الگ ہے،مگر دونوں میں مناسبت ظاہر ہے۔اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿إن الأبـرار لـفي نعيم وإن الفجار لفي جحيم﴾(الانفطار: 14-13) (بے شک نیکو کار نعمتوں میں ہوں گے اور بدکار دوزخ میں)۔

آیت کریمہ میں دونوں جملوں کا مسند الیہ اسی طرح مسند الگ الگ ہے،مگر ''أبـرار''اور ''فـجـار''اسی طرح''نـعـيم'' اور ''جحيم'' میں تضاد کی وجہ سے مناسبت واضح ہے۔

اور جہاں مناسبت نہ ہو وہاں عطف جائز نہیں،جیسے ''میری گھڑی اور موبائل قیمتی ہیں'' یہاں باوجود کہ مسند (قیمتی ہے) ایک ہے،مگر

مسند الیہ(گھڑی اور موبائل) میں کوئی مناسبت نہیں؛اس لیے یہ عطف جائز نہیں،اور جیسے''انس شاعر ہے اور بکر دراز قد ہے'' ظاہر ہے کہ شاعر اور دراز قد میں کوئی مناسبت نہیں،اس لیے یہ عطف بھی جائز نہیں۔

4.10.2 معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان مناسبتیں

1- ''تماثل'': یہ مناسبت کبھی دونوں جملوں کے مسند الیہ،اسی طرح مسند کے درمیان ''تماثل'' کی نسبت سے پیدا ہوتی ہے،یعنی دونوں کی نوعیت ایک ہو،جیسے مثال مذکور میں ''حسن شاعر ہے اور انس مضمون نگار ہے'' یہاں دونوں جملوں کا مسند الیہ (حسن،انس) نوع انسانی سے ہے،اس لیے دونوں میں تماثل کی نسبت ہے؛اسی طرح مسند (شاعر،مضمون نگار) میں بھی تماثل کی نسبت ہے؛ کیوں کہ شاعری اور مضمون نگاری دونوں زبان وادب کی نوع سے ہیں۔

2- ''تجانس'':اور کبھی مناسبت ''تجانس'' کی نسبت سے پیدا ہوتی ہے: یعنی دونوں کی جنسیت ایک ہو،جیسے ''گھوڑا ایسا ہے اور گدھا ایسا'' ظاہر ہے کہ گھوڑا اور گدھا دونوں جنس حیوان سے ہیں،لہذا ان میں تجانس کی نسبت ہے۔

3- ''تشابہ'':اور کبھی مناسبت ''تشابہ'' کی نسبت سے پیدا ہوتی ہے: یعنی دونوں صفت میں مشابہ ہوں،جیسے ''ہاشم اور حاتم کی سخاوت قابل رشک ہے'' یہاں ہاشم اور حاتم،صفت سخاوت میں متحد ہیں؛لہذا دونوں میں تشابہ کی نسبت ہے۔

4- ''تضایف'':اور کبھی ''تضایف'' کی نسبت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے: یعنی دونوں کے درمیان ایسا تعلق کہ ایک کا سمجھنا دوسرے پر موقوف ہو؛ جیسے ''خالد بکر کا باپ ہے اور بکر خالد کا بیٹا ہے'' ظاہر ہے کہ باپ ہونا اور بیٹا ہونا ایک دوسرے پر موقوف ہے۔

5- ''تضاد'': اور کبھی ''تضاد'' کی نسبت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے: یعنی دونوں ایک دوسرے کی ضد ہوں،جیسے ''نیک اور بد''،''خوب صورت اور بدصورت''۔

6- ''علیت'':اور کبھی ''علیت'' کی نسبت سے مناسبت پیدا ہوتی ہے: یعنی دونوں کے درمیان ایسا تعلق کہ ایک کا وجود دوسرے کے لیے علت اور دوسرے کا وجود پہلے کے لیے معلول ہو؛ جیسے ''آفتاب کا طلوع اور دن کا وجود'' کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے علت ومعلول ہیں۔

واضح رہے کہ جن دو جملوں میں عطف کرنا ہو،ان میں مذکورہ مناسبت تو ضروری ہے ہی؛ لیکن اگر وہ دونوں اسمیہ اور فعلیہ ہونے میں بھی باہم موافق ہوں؛ بل کہ فعلیہ کی صورت میں ماضی اور مضارع ہونے میں بھی موافق ہوں تو ان کا عطف مزید پسندیدہ سمجھا جاتا ہے، جیسے ''آم میٹھا ہے اور انگور کھٹا ہے''۔اور جیسے ''خالد نے پکایا اور احمد نے کھایا''۔اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**له الملك وله الحمد وهو على كل شيئ قدير**﴾ **(التغابن: 1)** (اسی کی سچی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے)۔

ظاہر ہے کہ آیت کریمہ میں جملہ اسمیہ کا عطف جملہ اسمیہ پر کیا گیا ہے۔

اور جیسے: ﴿**ولقد اٰتينا موسىٰ الكتاب وجعلنا معه أخاه هارون وزيراً**﴾ **(الفرقان: 35)** (اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور ان کے بھائی ہارون کو مددگار بنا کر ان کے ساتھ کیا)۔

یہاں جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کیا گیا ہے،اور دونوں میں فعل ماضی استعمال کیا گیا ہے۔

اور جیسے: ﴿یعلم ما في السمٰوات والأرض ویعلم ما تسرون وما تعلنون﴾(التغابن: 4) (جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، وہ سب جانتا ہے؛ اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو، اس سے بھی آگاہ ہے)۔

یہاں بھی جملہ فعلیہ کا عطف جملہ فعلیہ پر کیا گیا ہے، اور دونوں میں فعل مضارع استعمال کیا گیا ہے۔

علم معانی کی رو سے وصل اور فصل ہر دو کے لیے الگ الگ مناسب مواقع ہوتے ہیں؛ چنانچہ ہر ایک کو اپنے موقع پر ہی استعمال کیا جائے تو موزوں؛ ورنہ بے محل ہوتا ہے۔

معلومات کی جانچ

1- تجانس اور تشابہ کی تعریف کریں۔

2- تضاد اور علیت کی تعریف کریں۔

3- تماثل اور تضایف کی تعریف کریں۔

4.11 مواقع وصل

4.11.1 علمائے بلاغت کا بیان

علمائے بلاغت کے مطابق وصل کے مواقع تین ہیں، یعنی تین مقامات پر دو جملوں کے درمیان جوڑ پیدا کرنا واجب ہے، جن کی تفصیل اس طرح ہے:

یجب الوصل بین الجملتین في ثلاثة مواضع:

(أ) إذا قصد إشراکهما في الحکم الإعرابي.

(ب) إذا تفقتا خبراً أو إنشاء وکانت بینهما مناسبة تامة، ولم یکن هناک سبب یقتضي الفصل بینهما.

(ج) إذا اختلفتا خبراً أو إنشاء وأوهم الفصلُ خلاف المقصود.

4.11.2 اول

اول: وصل کا پہلا مقام یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان مکمل مناسبت ہو، نیز عطف سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو، جیسے: ''نیک لوگ قابل تکریم ہیں، اور برے لوگ قابل توہین'' یہاں دونوں جملے خبریہ ہیں، اور دونوں کے مسند الیہ (نیک لوگ، برے لوگ) اسی طرح مسند (قابل تکریم، قابل توہین) میں نسبت تضاد کی وجہ سے پوری مناسبت ہے، اور عطف سے کوئی چیز مانع بھی نہیں؛ اس لیے عطف کر کے وصل کی صورت پیدا کی گئی۔ اور جیسے ''کم ہنسو اور زیادہ روؤ'' یہاں دونوں جملے انشائیہ ہیں اور دونوں کے مسند الیہ میں نسبت تماثل اور دونوں کے مسند میں نسبت تضاد کی وجہ سے مناسبت ظاہر ہے، اس لیے عطف کر دیا گیا۔

اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿ما اتخذ الله من ولد وما کان معه من إلٰه﴾(المؤمنون: 91) (خدا نے نہ تو اپنا کسی کو بیٹا بنایا ہے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے)۔

آیت کریمہ میں دونوں جملے خبریہ ہیں اور معنی ومفہوم کے اعتبار سے دونوں میں مکمل مناسبت ہے، کہ نہ اسے بیٹے کی ضرورت ہے نہ مددگار کی، اس کی حکومت وفرماں روائی میں نہ کسی شریک کی شرکت ہے نہ ساجھے دار کی ساجھے داری، وہ تو زمین وآسمان اور ذرے ذرے کا تنہا مالک ومختار ہے، اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿واعبدوا الله ولا تشركوا به شيئاً﴾(النساء: 36) (اور خدا ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ)۔

یہاں دونوں جملے انشائیہ ہیں اور دونوں میں مکمل مناسبت ہے؛ کیوں کہ پہلے سے مطلوب اللہ تعالی کی عبادت ہے اور دوسرے سے شرک کی ممانعت، اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں خالق کائنات کے لیے انسان کے ذمہ واجب ہیں۔

4.11.3 دوم

دوم: جب دونوں جملے خبر وانشا کے اعتبار سے مختلف ہوں: یعنی ایک خبریہ اور ایک انشائیہ ہو، اور عطف نہ کرنے سے خلاف مقصود کا وہم ہوتا ہو، جیسے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک بار ایک شخص کے پاس سے گذرے جس کے ہاتھ میں کپڑا تھا تو آپ نے پوچھا: ''کیا اسے بیچو گے؟'' تو اس شخص نے جواب دیا: ''نہیں، اور رحم کرے اللہ آپ پر'' دیکھیے یہاں دو جملے ہیں: ایک ''نہیں'': یعنی ''نہیں بیچوں گا'' یہ جملہ خبریہ ہے، اور دوسرا ''رحم کرے اللہ آپ پر'' یہ جملہ انشائیہ ہے، جس کا مقصد دعا ہے، اور عطف نہ کرنے سے خلاف مقصد کا وہم ہوتا ہے؛ کیوں کہ اس صورت میں جملہ اس طرح ہوگا: ''نہیں رحم کرے اللہ آپ پر'' اور یہ بددعا ہے، اسی لیے آپؓ نے تنبیہ فرمائی، اور عطف کے ساتھ کہنے کا حکم فرمایا؛ تاکہ دعا سے بددعا کا وہم نہ ہو۔

4.11.4

سوم: جب پہلے جملہ کے لیے کوئی حکم اعرابی ہو: یعنی وہ ترکیب میں مبتدا، یا خبر، یا صفت، یا حال، یا مفعول، یا صلہ، یا شرط، یا جزا، وغیرہ واقع ہو؛ اور دوسرے جملہ کو اس حکم میں شریک کرنا مقصود ہو: یعنی پہلے کی طرح اسے بھی مبتدا، یا خبر، یا مفعول، یا حال وغیرہ بنانا ہو، اور کوئی مانع بھی نہ ہو تو دوسرے جملہ کا پہلے جملہ پر عطف کرکے وصل کی صورت پیدا کرتے ہیں؛ جیسے ''علی کہنے والا ہے اور کرنے والا ہے''۔

یہاں '' کہنے والا ہے'' (پہلا جملہ) ''علی'' مبتدا کی خبر ہے، جس پر '' کرنے والا ہے'' (دوسرا جملہ) کا عطف کیا گیا؛ تاکہ یہ بھی اس مبتدا کی خبر ہو جائے، اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿إن الذين كفروا وصدوا عن سبيل الله ثم ماتوا وهم كفار فلن يغفر الله لهم﴾(محمد: 34) (جو لوگ کافر ہوئے اور خدا کے راستے سے روکتے رہے پھر کافر ہی مر گئے خدا ان کو ہرگز نہیں بخشے گا)۔

آیت کریمہ میں "کفروا" (پہلا جملہ) "الذين" موصول کا صلہ ہے، لہذا "وصدوا عن سبيل الله" اور "ثم ماتوا" (دوسرے جملہ) کا اس پر عطف کر دیا گیا؛ تاکہ یہ بھی اس موصول کا صلہ ہو جائیں۔

اور جیسے: ﴿وإن تؤمنوا وتتقوا يؤتكم أجوركم ولا يسئلكم أموالكم﴾(محمد: 36) (اور اگر تم ایمان لاؤ گے اور پرہیزگاری کرو گے، تو وہ تم کو تمہارا اجر دے گا اور تم سے تمہارا مال طلب نہیں کرے گا)۔

یہاں "وإن تؤمنوا" (پہلا جملہ) شرط ہے، جس پر "وتتقوا" (دوسرے جملہ) کا عطف کر دیا گیا؛ تاکہ یہ بھی شرط ہو جائے اسی

طرح ”یـؤتکم أجورکم“ (پہلا جملہ) جزا ہے، جس پر ”ولا یسـئلکم أموالکم“ (دوسرے جملہ) کا عطف کر دیا گیا، تا کہ یہ بھی جزا ہو جائے۔

معلومات کی جانچ

1- وصل کے پہلے دو مواقع پر روشنی ڈالئے۔

2- وصل کے تیسرے مقام پر روشنی ڈالئے۔

4.12 مواقع فصل

4.12.1 علمائے بلاغت کا بیان

علمائے بلاغت کے مطابق فصل کے مواقع پانچ ہیں، یعنی پانچ مقامات پر دو جملوں کے درمیان فصل رکھنا واجب ہے، جن کی تفصیل اس طرح ہے: **یجب الفصل بین الجملتین في خمسة مواضع:**

(أ) **أن یـکـون بیـنهـما اتحاد تام، وذلک بأن تکون الجملة الثانیة توکیداً للأولی، أو بیاناً لها، أو بدلاً منها، ویقال حینئذ إن بین الجملتین کمالَ الاتّصال.**

(ب) **أن یـکـون بینهما تباینٌ تامٌّ، وذلک بأن تختلفا خبراً وإنشاء، أو بألاّ تکون بینهما مناسبةٌ مَا، ویقال حینئذ إن بین الجملتین کمالَ الانقطاع.**

(ج) **أن تـکـون الـثـانیة جـوابـاً عـن سـؤال یـفـهـم من الأولی، ویقال حینئذ إن بین الجملتین شِبهَ کمالِ الاتصال.**

(د) **أن تسبق جملة بجملتین، یصح عطفها علی احداهما، لوجود المناسبة، وفي عطفها علی الأخری فساد، فیترک العطف دفعا للوهم.**

(ه) **أن یقصد تشریک الجملتین في الحکم لقیام مانع.**

4.12.2 اول

اول: فصل کا پہلا مقام یہ ہے کہ جب دونوں جملوں میں کمال اتصال ہو، اس کی تین صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید ہو، جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**فـمهّـل الـکــافــریــن أمهـلهـم رویداً**﴾(الطارق: 17) (تو تم کافروں کو مہلت دو بس چند روز ہی مہلت دو)۔

آیت کریمہ میں دوسرا جملہ پہلے جملہ کی تاکید لفظی ہے، لہذا دونوں میں کمال اتصال ہے، اسی وجہ سے عطف نہیں کیا گیا۔ اور جیسے: ﴿**وما ینطق عن الهویٰ، إن هو إلا وحي یوحیٰ**﴾(النجم: 3-4) (اور نہ اپنی نفسانی خواہش سے کوئی بات کرتے ہیں، یہ قرآن تو اللہ کا حکم ہے، جو ان کی طرف بھیجا جاتا ہے)۔

یہاں دوسرا جملہ، پہلے جملہ کی تاکید معنوی ہے؛ کیوں کہ وحی ہونے کا اثبات خواہش نفس سے ہونے کی نفی کو مستلزم ہے، یعنی اگر وحی ہے تو لازمی ہے کہ خواہش نفس کی بات نہ ہو، لہذا دونوں میں کمال اتصال ہوا اور عطف نہیں کیا گیا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دوسرا جملہ پہلے جملہ سے بدل ہو، جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**ومن يفعل ذلك يلق أثاماً يضاعف له العذاب**﴾ (**الفرقان: 69-68**) (اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا، قیامت کے دن اس کو دوگنا عذاب ہوگا)۔

آیت کریمہ میں "**يلق أثاماً**" دوسرا جملہ "**ومن يفعل ذلك**" پہلے جملہ سے بدل کل ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں کمال اتصال ہوا، اور عطف نہیں کیا گیا۔

اور جیسے: ﴿**يدبر الأمر يفصل الآيات**﴾ (**الرعد: 2**) (وہی دنیا کے کاموں کا انتظام کرتا ہے، وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے)۔

یہاں دوسرا جملہ، پہلے جملہ سے بدل بعض واقع ہے، اسی لیے عطف نہیں کیا گیا۔

اور جیسے: ﴿**وترى الجبال تحسبها جامدة**﴾ (**النمل: 88**) (اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ اپنی جگہ پر کھڑے ہیں)۔

یہاں دوسرا جملہ پہلے جملہ سے بدل اشتمال ہے، اسی لیے عطف نہیں کیا گیا۔

تیسری صورت یہ کہ دوسرا جملہ پہلے جملہ کا بیان ہو، جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**يسومونكم سوء العذاب، يذبحون أبنائكم**﴾ (**البقرة: 49**) (وہ لوگ تم کو بڑا دکھ دیتے تھے، تمہارے بیٹے کو توقتل کر ڈالتے تھے)۔

یہاں دوسرا جملہ، پہلے جملہ کا بیان ہے، جس کی وجہ سے دونوں میں کمال اتصال ہوا اور عطف نہیں کیا گیا۔

4.12.3 دوم

دوم: جب دونوں جملوں میں کمال انقطاع ہو، اس کی دو صورتیں ہیں:

پہلی صورت یہ کہ دونوں جملے خبر و انشاء کے اعتبار سے مختلف ہوں: یعنی ایک خبر اور ایک انشاء ہو۔ جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**قل للمؤمنين يغضوا من أبصارهم ويحفظوا فروجهم، ذلك أزكىٰ لهم**﴾ (**النور: 30**) (مؤمن مردوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں، اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کیا کریں، یہ ان کے لیے بڑی پاکیزگی کی بات ہے)۔

آیت کریمہ میں "**ذلك أزكىٰ لهم**" جملہ خبریہ ہے، اور ماقبل میں جملہ انشائیہ ہے، لہذا دونوں میں کمال انقطاع ہے، جس کی وجہ سے اس کا عطف ماقبل پر نہیں کیا گیا۔

دوسری صورت یہ کہ دونوں جملوں میں کسی طرح کی کوئی مناسبت نہ ہو، جیسے "دنیا گول ہے، چاول سفید ہے" ظاہر ہے کہ دونوں میں کوئی مناسبت نہ ہونے کی وجہ سے کمال انقطاع ہے، اس لیے فصل کیا گیا۔

4.12.4 سوم

سوم: جب دونوں جملوں میں کمال اتصال کا شبہ ہو، جس کی صورت یہ ہے کہ دوسرا جملہ اس سوال کا جواب ہو جو پہلے جملہ سے پیدا

ہو رہا ہو،اس صورت کو ’’استیناف‘‘ بھی کہتے ہیں؛ کیوں کہ دوسرے جملہ کا پہلے جملہ سے لفظاً ربط نہیں ہوتا، بل کہ معنی ربط ہوتا ہے، کہ پہلا جملہ سوال کے درجہ میں ہوتا ہے،اور دوسرا جملہ اس کا جواب ہوتا ہے،اور ظاہر ہے کہ سوال وجواب میں گہرا تعلق اور اتصال ہے،لہذا یہ اس اعتبار سے کمال اتصال کے مشابہ ہے،غرض یہ کہ دونوں جملے سوال وجواب کی طرح ہوتے ہیں،اس لیے ان میں عطف نہ کرکے فصل کی صورت پیدا کی جاتی ہے۔جیسے قرآن میں ہے: ﴿فقالوا سلاماً،قال سلام﴾(الذاریات:25)(تو سلام کہا،انہوں نے بھی جواب میں سلام کہا)۔

پہلے جملہ سے سوال پیدا ہوا کہ جب فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ سے سلام کہا تو انہوں نے کیا کہا؟ تو دوسرے جملہ سے اس کا جواب دیا گیا، کہ انہوں نے بھی سلام کہا،تو چوں کہ دوسرا جملہ، پہلے جملہ سے پیدا ہونے والے سوال کا جواب ہے؛لہذا دونوں میں کمال اتصال کا شبہ ہوا،جس کی وجہ سے عطف نہیں کیا گیا۔

4.12.5 چہارم

چہارم: جب دونوں جملوں میں کمال انقطاع کا شبہ ہو،جس کی صورت یہ ہے کہ کلام میں تین جملے ہوں،جن میں تیسرے جملے کا عطف پہلے دو میں سے ایک پر صحیح ہو، کیوں کہ دونوں میں مناسبت پائی جاتی ہو؛لیکن دوسرے پر عطف صحیح نہ ہو کیوں کہ اس سے معنی فاسد ہو جاتا ہو؛لہذا اس صورت میں صحیح عطف کو بھی چھوڑ دیتے ہیں،تا کہ فاسد عطف کا وہم نہ ہو۔ظاہر ہے کہ یہاں صحیح عطف سے رکاوٹ محض فاسد عطف کا وہم ہے، جو ایک خارجی چیز ہے،قرینہ سے زائل ہوسکتی ہے،اس لیے یہ صورت کمال انقطاع نہیں کہلائے گی،بل کہ اس میں کمال انقطاع کا شبہ ہوگا ،جیسے:

وتظن سلمی أنني أبغي بها

بدلا،أراها في الضلال تهيم

یعنی سلمی سمجھتی ہے کہ میں اس کی جگہ کسی اور کو ڈھونڈتا ہوں، میں اسے ایک غلط خیال میں سرگرداں پاتا ہوں۔

یہاں اگر ’’وأراها‘‘ کہہ دیا جائے تو یا تو یہ احتمال ہوگا کہ یہ ’’تظنّ‘‘ پر عطف ہے یا ’’أبغي‘‘ پر،اور دونوں صورتوں میں معنی فاسد ہو جائیں گے،اسی لیے عطف کو ختم کر کے ’’أراها في الضلال تهيم‘‘ کو مستقل جملہ کے طور پر لایا گیا۔

4.12.5 پنجم

پنجم: جب دونوں جملوں میں توسط بین الکمالین ہو: یعنی دونوں جملے کمال اتصال اور کمال انقطاع کے بین بین ہوں،جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں جملوں کے درمیان ربط ومناسبت تو ہو؛لیکن کسی مانع کی وجہ سے دونوں کو ایک حکم میں شریک کرنے کا قصد نہ کیا جائے۔ جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿وإذا خلوا إلى شياطينهم قالوا إنا معكم إنما نحن مستهزؤن،اللّٰه يستهزئ بهم﴾(البقرة: 15-14)(اور جب اپنے شیطانوں میں جاتے ہیں تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں،ہم تو ہنسی کیا کرتے ہیں،ان (منافقوں) سے خدا ہنسی کرتا ہے)۔

آیت کریمہ میں ’’الله يستهزئ بهم‘‘ جملہ کا عطف ماقبل پر صحیح نہیں، کیوں کہ ماقبل کا جملہ منافقین کا مقولہ ہے،اب اگر عطف کیا جائے تو یہ بھی منافقین کا مقولہ ہو جائے گا،جب کہ یہ اللہ پاک کا مقولہ ہے۔

معلومات کی جانچ

1- فصل کے پہلے دو مواقع پر روشنی ڈالئے۔

2- فصل کے تیسرے، چوتھے اور پانچویں مواقع پر روشنی ڈالئے۔

4.13 خلاصہ

قصر کے لغوی معنی روکنے اور منحصر کرنے کے ہیں، اصطلاح میں ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مخصوص طور پر خاص کر دینے کو ''قصر'' کہتے ہیں، لہذا جس کو خاص کیا جائے اسے ''مقصور'' اور جس کے ساتھ خاص کیا جائے اسے ''مقصور علیہ'' کہتے ہیں، اور یہ دونوں قصر کے ارکان، اجزاء یا اطراف کہلاتے ہیں، قصر کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں: (1) قصر حقیقی۔ (2) قصر اضافی۔ قصر حقیقی یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ بہ اعتبار حقیقت، واقعی خاص کر دینا کہ پہلی چیز اسی دوسری چیز میں منحصر ہے، کسی اور میں نہیں پائی جاتی اور قصر اضافی یعنی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ کسی متعین شے کی بہ نسبت خاص کرنا، بہ اعتبار حقیقت ہر شے کی بہ نسبت نہیں۔

پھر قصر حقیقی و اضافی میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں: (1) قصر موصوف بر صفت حقیقی (2) قصر صفت بر موصوف حقیقی، پہلے کا مطلب یہ ہے کہ بہ اعتبار حقیقت موصوف اسی صفت کے ساتھ خاص ہے یعنی حقیقت کے اعتبار سے اس میں اس صفت کے علاوہ کوئی اور صفت نہ پائی جائے، البتہ وہ صفت کسی اور موصوف میں پائی جاسکتی ہو اور دوسرے کا مطلب یہ ہے کہ بہ اعتبار حقیقت وہ صفت اسی موصوف کے ساتھ خاص ہے، یعنی حقیقت کے اعتبار سے وہ صفت اس موصوف کے علاوہ کسی اور موصوف میں نہ پائی جائے، البتہ اس موصوف میں اس صفت کے علاوہ اور صفات بھی پائی جاسکتی ہوں۔

(1) قصر موصوف بر صفت اضافی: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی موصوف کو ایک صفت کے ساتھ، بہ نسبت دوسری صفت کے خاص کر دیا جائے، خواہ اس موصوف میں اس دوسری صفت کے علاوہ اور صفات پائی جائیں یا نہ پائی جائیں (2) قصر صفت بر موصوف اضافی: اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی صفت کو ایک موصوف کے ساتھ، بہ نسبت دوسرے موصوف کے خاص کر دیا جائے؛ خواہ اس دوسرے موصوف کے علاوہ دیگر موصوف میں وہ صفت پائی جائے یا نہ پائی جائے۔

مخاطب کی حالت کے اعتبار سے قصر اضافی کی تین قسمیں ہیں: (1) قصر افراد۔ (2) قصر قلب۔ (3) قصر تعیین

زبان و ادب میں قصر کے بہت سے طریقے رائج ہیں، جن میں چار طریقوں کا استعمال بیشتر ہوتا ہے، اول: نفی اور استثناء، جیسے "**لا إله إلا الله**" (نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے)۔ اور جیسے قرآن میں ہے: ﴿**وما نتنزل إلا بأمر ربك**﴾ (**مریم: 64**) اور ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اترا نہیں سکتے۔ دوم: لفظ "**إنما**" (بلاشبہ) کا لانا، جیسے ''بلاشبہ میری سعی کامیاب ہوئی''۔ اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿**قل إنما أنا بشر مثلكم يوحىٰ إلي أنما إلٰهكم إله واحد**﴾ (**الکهف: 109**) (کہہ دو کہ بلاشبہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں، البتہ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے)۔ سوم: عطف کرنا، جیسے ''زید کھڑا نہیں ہے، بل کہ بیٹھا

ہے''۔ چہارم: مؤخر کو مقدم کرنا دینا، جیسے ''تجھی کو ہم پوجتے ہیں'' یہاں ''تجھی'' مفعول ہے، جسے مؤخر ہونا چاہیے تھا؛ مگر قصر کے لیے مقدم کر دیا گیا۔ اور جیسے قرآن پاک میں ہے: ﴿وما ظلمونا ولكن كانوا أنفسهم يظلمون﴾ (البقرة: 57) اور وہ ہمارا کچھ نہیں بگاڑتے تھے، بل کہ اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔

جہاں تک وصل اور فصل کا تعلق ہے تو ایک مفرد، یا ایک جملہ کو دوسرے مفرد، یا دوسرے جملہ پر عطف کرنے کو ''وصل'' اور عطف نہ کرنے کو ''فصل'' کہتے ہیں، تین مقامات پر وصل ہوتا ہے، (1) جب دونوں کے درمیان مکمل مناسبت ہو، نیز عطف سے کوئی چیز مانع بھی نہ ہو (2) جب دونوں جملے خبر وانشاء کے اعتبار سے مختلف ہوں: یعنی ایک خبریہ اور ایک انشائیہ ہو، اور عطف نہ کرنے سے خلاف مقصود کا وہم ہوتا ہو (3) جب پہلے جملہ کے لیے کوئی حکم اعرابی ہو، فصل کے مواقع پانچ ہیں: (1) جب دونوں جملوں میں کمال اتصال ہو (2) جب دونوں جملوں میں کمال انقطاع ہو (3) جب دونوں جملوں میں کمال اتصال کا شبہ ہو (4) جب دونوں جملوں میں کمال انقطاع کا شبہ ہو (5) جب دونوں جملوں میں توسط بین الکمالین ہو۔

4.14 نمونہ کے امتحانی سوالات

درج ذیل سوالوں کے جوابات پندرہ سطروں میں لکھئے۔

1- قصر کے لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں نیز قصر حقیقی اور اضافی کی تعریف کریں۔

2- قصر موصوف بر صفت حقیقی اور قصر صفت بر موصوف کی وضاحت کریں۔

3- قصر موصوف بر صفت اضافی اور قصر صفت بر موصوف اضافی کو سمجھائیں۔

4- وصل اور فصل کا مفہوم ذکر کریں نیز قصر افراد، قصر قلب اور قصر تعیین کی تعریف مثالوں کے ساتھ لکھیں؟

درج ذیل سوالوں کے جوابات تیس سطروں میں لکھئے۔

1- معطوف اور معطوف علیہ کے درمیان کیا مناسبت ہے؟ تفصیل سے لکھیں۔

2- وصل کے مواقع کیا ہیں؟ مثالوں کے ساتھ لکھیں۔

3- فصل کے مواقع کیا ہیں؟ مثالوں کے ساتھ تفصیل سے لکھیں۔

4.15 مطالعہ کے لئے معاون کتابیں

1-	مختصر المعاني	سعد الدین تفتازانی
2-	علم المعاني	عبد العزیز عتیق
3-	البلاغة فنونها وأفنانها (علم المعاني)	فضل حسن عباس
4-	دروس البلاغة	مشترکہ تصنیف: حفنی ناصف، محمد دیاب، سلطان محمد، مصطفیٰ طمّوم

5-	البلاغة الواضحة	مشترکہ تصنیف: علی الجارم و مصطفیٰ امین
5-	مختصر المعاني	سعدالدین تفتازانی